پروفیسر ڈاکٹر ابواللّیث صدیقی

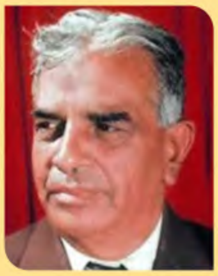

- پیدائش: جون ۱۹۱۶ء آگرہ
- وفات: ستمبر ۱۹۹۴ء کراچی
- تصانیف: لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، جامع القواعد، آج کا اردو اَدب، نظیر اکبر آبادی اس کا عہد اور شاعری، تاریخ زبان و ادبِ اُردو، بیسویں صدی کا اردو ادب، رفت و بود (خود نوشت)، اُردو میں سائنسی ادب کا اشاریہ

کچھ ذریعۂ تعلیم کے باب میں

حاصلاتِ تعلّم یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (۱)علمی یا ادبی گفتگو سُن کر محظوظ ہوسکیں اور اس کے محاسن کی تفہیم کرسکیں۔ (۲) مختلف ادبی اصطلاحات پر گفتگو کرسکیں۔ (۳) ادب پارے کا مرکزی خیال، اہم نکات، نتائج ،کردار یا واقعات کی تشریح استحسانی انداز اور ادبی پیرائے میں لکھ سکیں۔ (۴) لغت کو لسانی، قواعد، اشتقاق، مشتقات، وضعی و لفظی معنی کے حوالوں سے استعمال کرسکیں۔(۵) کسی علمی مضمون میں استعمال کیے گئے الفاظ واصطلاحات کو سمجھ سکیں اور نفسِ مضمون کی تفہیم کرسکیں۔

ذریعۂ تعلیم کے باب میں ہمارے ملک میں گفتگو ہورہی ہے۔ دنیا کے شاید ہی کسی ملک میں کسی مسئلے کے تصفیے نے اتنا وقت لیا ہو اور بد قسمتی یہ ہے کہ ہم اب بھی اتنی مدّت کے بعد کسی متفقّہ فیصلے پر نہیں پہنچے۔

جب تک فارسی اس ملک کی سرکاری اور دفتری زبان رہی، یہی ہماری علمی اور ادبی زبان رہی لیکن اس کی حیثیت ایک اجنبی اور غیر ملکی زبان کی نہ تھی۔ فارسی یہاں لوگوں کے گھروں میں بولی جاتی تھی۔ بعض لوگوں کی مادری یا پدری زبان تھی اور یہاں کے لوگوں کی بھی یہ ثانوی زبان بن گئی تھی اور اتنی عام ہوگئی تھی کہ لوگ اس میں شعر کہتے تھے۔ دیوان اور مجموعے مرتّب کرتے تھے۔ علمی، ادبی اور تاریخی کتابیں لکھتے تھے۔ جن کو نہ صرف اس ملک میں بلکہ ایران میں بھی اربابِ بصیرت سینے سے لگاتے اور آنکھوں پر رکھتے تھے۔ آخر امیر خسؔرو، عبدالقادر بیدؔل، مرزا غالؔب اور پھر آخر میں اقبالؒ کی فارسی اہلِ زبان کے نزدیک بھی ویسی ہی قابلِ قبول ہے۔ فارسی ہی کیا عربی بھی ہماری علمی زبان تھی اور اس کی تحصیل کے بغیر ہمارے عالم کا تصوّر مکمل نہیں ہوتا تھا۔ لیکن فارسی کے اثر و اقتدار نے ایک عرصے تک اردو کی ترقی کو روکے رکھا اور ایک مدت تک یہ زبان صرف روز مرّہ کے کاروبار اور معمولی کاموں کے لیے استعمال ہوتی رہی۔ پہلے پہل صوفیاے کِرام اور علماے عِظام نے اس کی طرف توجہ دی اور اسے برصغیرِ

ہند و پاکستان میں تبلیغِ دین کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا اور پھر اپنی تعلیمات، مریدوں کی تربیت اور تصنیف و تالیف میں اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ اس نے فارسی کے مقابلے میں آنکھیں کھولیں۔ دکھنی درباروں میں اسے سلاطین اور اُمرا کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ شُعَرا اور نثر نگاروں نے اپنے افکار اور خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا، اس میں الفاظ کا سرمایہ بڑھا۔ اسالیب پیدا ہوئے اورتھوڑے دنوں میں یہ فارسی کی جانشین بن گئی فارسی سے اس کی دشمنی نہ تھی۔ اس نے فارسی نے بہت سیکھا، فارسی کے پروں سے پرواز کی۔ فارسی نے اس کی آبیاری کی۔ موضوعات اور اسالیب کے تَنَوُّع اور پختگی سے آشنا کرایا اور اس قابل بنادیا کہ یہ اپنے دور کے علمی اور ادبی تقاضوں کو پورا کرسکے۔

آج بھی ہمارے بہت سے نادان دوست کہتے ہیں کہ اگر اس قوم نے انگریزی زبان کا سایۂ عاطفت چھوڑا تو یہ قوم یتیم ہو جائے گی، جاہل رہ جائے گی۔ دنیا میں کوئی اس کی بات نہ پوچھے گا۔ بین الاقوامی حلقوں میں اس کا اعتبار ساقِط ہو جائے گا۔ انگریزی کو چھوڑ کر یہ قوم ذہنی اعتبار سے مُفلِس ہو جائے گی۔ علوم و فنون کا جو ذخیرہ انگریزی میں ہے اور اس میں روز بہ روز جو اضافہ ہو رہا ہے یہ قوم اس سے محروم رہ جائے گی۔

ہمارے محِبّانِ قوم کا ایک طبقہ اور ہے جسے اپنی زبان سے بھی ہم دردی ہے۔ یہ لوگ اُصولاً تو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قومی ترقی کے لیے قومی زبان کی ترقی ضروری ہوتی ہے اور ملک میں تعلیم و تدریس کے معیار کو اعلیٰ کرنے کے لیے قومی زبان میں تعلیم ہونی چاہیے۔ لیکن ان کے خیال میں اردو ابھی اس قابل نہیں ہوئی کہ اسے یہ منصب سونپا جائے۔ اِس میں علمی اور فنّی اِصطِلاحات کی کمی ہے۔ اس میں سائنسی مضامین کو ادا کرنے کا اُسلوب پیدا نہیں ہوا ہے۔ جدید علوم و فنون پر کتابوں کا ذخیرہ موجود نہیں ہے۔ غرض ان کے خیال میں ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اپنی زبان میں تعلیم دینے کے مسئلے کو اٹھایا جائے۔

ان سوالوں کا جواب ایک بار نہیں ہزار بار دیا جا چکا ہے اور ان لوگوں نے دیا ہے جو اس زبان اور اس کے سرمائے سے واقف ہیں۔ ان لوگوں نے دیا ہے جو جدید علوم و فنون سے واقف ہیں اور جنھوں نے اپنی تعلیم انگریزی ہی کے ذریعے سے حاصل کی ہے اور جو اس مسئلے کی قومی اور بین الاقوامی حیثیت کے پہلو پر غور کرنے میں اپنی عمریں گزار چکے ہیں۔ لیکن ہر مرتبہ یہ مسائل اسی طرح اٹھائے جاتے ہیں گویا پہلی مرتبہ ان کا اظہار ہو رہا ہے اور ان کا کوئی جواب ہمارے پاس نہیں۔ میں اُنھیں چند مفروضہ مسائل اور خطرات کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ جن قوموں نے سائنسی میدان میں ترقی کی ہے کیا واقعی ان کی ترقی انگریزی زبان کی مرہونِ مِنَّت ہے۔ مثال کے طور پر یورپ میں جرمنی کو یا پھر روس کو یا پھر ایشیا میں جاپان کو لے لیجیے۔ ان ملکوں کی سائنسی ترقی اور صنعتی فروغ کوئی ایسی بات نہیں جس پر کوئی بحث ہو سکے اور ان سب ملکوں نے اپنی اپنی زبان میں سائنس کی تعلیم و تدریس سے یہ ترقی کی ہے اور آج بھی سائنسی لٹریچر جتنا ان زبانوں میں شایع ہوتا ہے انگریزی میں شایع ہونے والے لٹریچر سے مقدار یا نوعیت کسی اعتبار سے کم نہیں ہے۔ تو اگر دنیا کے اور چھوٹے بڑے مختلف ممالک اپنی اپنی زبانوں میں جملہ علوم و فنون اور سائنسی، صنعتی

اور تکنیکی تعلیم کا انتظام کر سکتے ہیں تو ہماری زبان میں کیا ایسی بنیادی کم زوری اور خامی ہے جس کی بنا پر یہ ہماری تعلیم اور بالخصوص سائنسی تعلیم کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ ہمارے ایک ممتاز سائنس داں نے ایک عجیب

اور جرمنی میں جرمن زبان میں سائنس کی تعلیم ہو سکتی ہے وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان زبانوں میں سائنس کی تعلیم ہزار سال سے ہو رہی ہے اور اسی لیے یہ زبانیں سائنس کی تعلیم و تدریس کے لیے مناسب اور موزوں بن چکی ہیں۔ میں سائنس دان نہیں ہوں لیکن زبان اور اس کی تاریخ کا ادنیٰ طالب علم ضرور ہوں۔ مجھے قطعاً معلوم نہیں کہ آج سے ہزار سال پہلے انگریزی میں کوئی سائنسی لٹریچر پیدا ہوا تھا۔ میرے علم میں تو اس وقت انگریزی زبان میں پندرہ ہزار الفاظ بھی نہ تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ سائنس کی ترقی کا دارومدار اس پر نہیں کہ زبان میں پہلے سے سائنسی تدریس کے لیے الفاظ کا کتنا ذخیرہ موجود ہوتا ہے بلکہ خود سائنس کی ترقی اس ملک کی زبان کے ذخیرے میں اضافہ کرتی رہتی ہے۔ جس چیز کو ہم نے مُقدّم سمجھ رکھا ہے وہ مُقدّم نہیں۔ یہی حال جرمن اور فرانسیسی کا ہے۔ روسی زبان اور روس میں سائنس کی ترقی تو اس کے بھی بعد کے دور میں ہوئی۔

دنیا کی شاید ہی کوئی ایسی زبان ہو جو اس باب میں اردو کا مقابلہ کر سکے۔ اس میں نئے الفاظ کے قبول کرنے کی بڑی صلاحیت ہے اور اپنی ساخت اور مزاج کے باعث غیر زبانوں کے الفاظ اور اصطلاحات بھی اس میں بلا تکلف گھل مل جاتے ہیں۔ اس لیے اگر اس کو جدید علوم وفنون کی تعلیم اور تدریس کے لیے اختیار کیا جائے تو یہ اس فرض کو ادا کر سکتی ہے۔ زبان کی ترقی کی جس منزل میں جس قسم کے خیالات کے اظہار کی ضرورت ہوتی ہے اسی قسم کے الفاظ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ الفاظ پہلے پیدا ہو جائیں اور اُن سے کام بعد میں لیا جائے۔

اس سلسلے میں ایک اور مسئلہ اصطلاحاتِ علمیہ کا اٹھایا جاتا ہے۔ بلاشبہ علمی زبان بڑی حد تک اصطلاحی زبان ہوتی ہے لیکن یہ اصطلاحات علمی ترقی کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی ہیں۔ جن ملکوں نے سائنسی علوم میں نمایاں ترقی کی ہے ان میں کسی میں یہ نہیں ہوا کہ پہلے سارے علوم کی اصطلاحات بنالی گئی ہوں اور پھر ان علوم پر کتابیں، مضامین یا مقالات لکھے گئے ہوں۔ بلکہ اصطلاحات ان کتابوں، مضامین اور مقالات کے ذریعے سے ہی رائج ہوتی ہیں اور پھر معیاری قرار پاتی ہیں۔ اس لیے ضروری بات یہ ہے کہ لوگ پہلے ان علوم پر کتابیں اور مقالے لکھیں اور اپنی ضرورت کے لیے علمی اصطلاحات اختیار کریں۔ اردو کے لیے علاوہ اُن ہندوستانی اور پاکستانی زبانوں اور بولیوں کے، جن سے اس کا قریبی رشتہ ہے، فارسی اور عربی دو نہایت اہم ماخذ ہیں۔ جن کے عناصر اور اجزا اردو کی ترکیب میں شامل ہیں اور آج بھی اصطلاح سازی میں کام آتے ہیں۔ لیکن یہ خیال کہ پہلے ساری اصطلاحات کا ذخیرہ جمع ہوجائے پھر کتابیں لکھی جائیں تب جا کر اسے ذریعۂ تعلیم بنایا جائے بالکل گھوڑے کے آگے گاڑی جوتنے کے مترادف ہے۔ اس کی صورت صرف یہ ہے کہ

ہمارے سائنس کی کتابوں کے مصنّفین کتابیں لکھیں اور دیکھیں کہ ان موضوعات پر پہلے جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس میں سے کتنی اصطلاحات موزوں اور مناسب ہیں۔ اُنھیں اختیار کریں۔ اس طرح خود بہ خود اصطلاحات معیاری بنتی چلی جائیں گی۔ یہ مسئلہ چراغ سے چراغ روشن ہونے کا ہے ۔ لیکن بڑی بات یہ ہے کہ پہلا چراغ کون روشن کرتا ہے۔

جو لوگ ایمان داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ قومی زندگی میں قومی زبان کی کیا اہمیت ہوتی ہے اُنھیں خلوص کے ساتھ اس کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینا چاہیے۔ یہ کام صرف چند ادارے پورا نہیں کر سکتے، نہ محض حکومت کی اِعانت اور سرپرستی ان مسائل کو حل کر سکتی ہے۔ یہ مسئلہ اسی طرح حل ہو سکتا ہے کہ اسے ایک قومی تحریک کی طرح چلایا جائے۔ اس کے لیے رائے عامّہ تیار کی جائے۔ ہمارے اساتذہ، طلبہ، مصنّفین، مؤلفین، ناشر، تعلیمی حکام، ہمارے صنعتی اور کاروباری ادارے غرض ہماری قومی زندگی کا شعور رکھنے والا ہر شخص اپنی اپنی جگہ اس کی کام یابی میں حصّہ لے۔

(ماخوذ از "ادب و لسانیات")

مشق

سوال نمبر۱ : درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(۱) اُردو زبان کی ترقی میں پہلے پہل کن لوگوں نے حصّہ لیا؟

(۲) اُردو سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں فارسی زبان کا کیا مقام تھا؟

(۳) فارسی کے اثر و اقتدار نے اردو پر کیا اثرات ڈالے؟

(۴) اُردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے کے سلسلے میں ہمارے محبّانِ قوم کا ایک طبقہ کیا کہتا ہے؟

(۵) اردو زبان اپنی کون سی خوبی کی بنا پر جدید علوم و فنون کی تدریس کا فریضہ بہ خوبی سرانجام دے سکتی ہے؟

(۶) علمی اصطلاحات کا رواج کیسے ہوتا ہے؟

(۷) قومی زبان کے نفاذ کا مسئلہ کس طرح حل ہوسکتا ہے ؟

(۸) اردو میں سائنس کی تعلیم و تدریس سے سائنسی میدان میں ترقی ممکن ہے، اس بیان پر اپنی رائے دیجیے۔

سوال نمبر۲: دُرست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

(ا) ہماری علمی زبان تھی:

(الف)فارسی و عربی (ب)اردو و عربی (ج)اردو و فارسی (د)اردو عربی و فارسی

(۲) قومی ترقی کے لیے ضروری ہوتی ہے:

(الف)عوام کی ترقی (ب)قومی زبان کی ترقی

(ج)علمی و ادبی ترقی (د)سرمایہ داروں کی ترقی

(۳) خیالات اور افکار کے اظہار کا ذریعہ ہے :

(الف)زبان (ب)علم (ج)تعلیم و تدریس (د)سائنس

(۴) اُردو نے پروں سے پرواز کی :

(الف) فارسی کے (ب)عربی کے (ج) ہندی کے (د)انگریزی کے

(۵) اُردو اور فارسی میں ہے:

(الف)محبّت (ب)یگانگت (ج)اجنبیت (د)یک جہتی

سوال نمبر۳: اس سبق کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔

سوال نمبر۴: درج ذیل الفاظ و تراکیب کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

تنوّع	اعانت	اصطلاح	سایۂ عاطفت	اربابِ بصیرت	مفروضہ

سوال نمبر۵ : ”قومی زندگی میں قومی زبان کی اہمیت“ کے عنوان پر مضمون تحریر کیجیے۔

سرگرمیاں

- طلبہ اس مضمون کے اہم نکات ترتیب وار تحریر کریں گے۔
- طلبہ کوئی سائنسی مضمون تلاش کرکے پڑھیں گے اور ہم جماعتوں کے سامنے اس کا خلاصہ زبانی پیش کریں گے۔
- طلبہ گروہی سرگرمی کے طور پر مختلف لُغات کے استعمال سے آگاہی حاصل کریں گے۔

برائے اساتذہ

- طلبہ کی مذکورہ سرگرمیوں کا جائزہ لیجیے اور حسبِ ضرورت رہ نمائی کیجیے۔
- اردو میں سائنسی مضمون تلاش کرنے میں طلبہ کی مدد کیجیے۔